قسط (۱۲)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظم دینیات - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

شرابی کی سزا اسی کوڑے مقرر کی

(۴) حضرت عمرؓ نے شرابی کی سزا اسی کوڑے مقرر کی جبکہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں سزا کی تعیین نہ تھی اور حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے مقرر کئے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خالدؓ بن ولید نے عمرؓ فاروق کے پاس یہ شکایت لکھ بھیجی:

ان الناس قد انھمکوا فی الشراب وتحاقروا الحدّ والعقوبۃ — لوگ شراب میں منہمک ہو گئے اور حد و عقوبت کو حقیر سمجھنے لگے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے باہمی مشورہ سے اسی کوڑے پر اتفاق کیا:

فسألھم فاجمعوا علی ان یضرب ثمانین [1] — لوگوں سے مشورہ کر کے اسی پر اتفاق کیا۔

بیہقی میں یہ روایت زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے:

شرابی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہاتھ، جوتے اور لکڑے سے مارے جاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو انھوں نے کہا کہ سزا مقرر کر دینا زیادہ مناسب ہے انھوں نے رسول اللہ صلعم کی سزاؤں سے اندازہ کر کے چالیس مقرر کئے پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کی تعداد اور زیادہ ہو گئی تو انھوں نے باہمی مشورہ سے اسی مقرر کئے۔[2]

---

[1] ابوداؤد و مشکوٰۃ باب حد الخمر۔ [2] سنن الکبریٰ کتاب الاشربۃ ج ۸ ص ۳۲۰۔

ایک موقع پر چوری میں مال کی دوگنی قیمت کا حکم دیا	(۵) اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کے بجائے ایک موقع پر مال کی دوگنی قیمت وصول کی، نیز بھوک و قحط کے عام ابتلاء میں قطعِ ید سے

روک دیا جبکہ قرآن حکیم کی آیت :

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما[1] چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنیوالی عورت

(سورۂ مائدہ رکوع ۵) ان کے ہاتھ کاٹ دو۔

عام ہے جس میں کسی خاص صورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

تالیفِ قلب کے لئے زکوٰۃ دینے کی ممانعت کردی	(۶) تالیفِ قلب کے لئے زکوٰۃ دینے کا ثبوت قرآنِ حکیم میں موجود ہے۔ والمؤلفة قلوبهم[1] اور ان کو زکوٰۃ دی جائے جن کا تالیف قلب مقصود ہے

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تالیفِ قلب کے لئے کمزور ایمان والوں کو بکثرت دینا ثابت ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کے اس مصرف کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ :

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم دونوں کی اس وقت

كان يتألفكما والاسلام يومئذ قليل تالیف کیا کرتے تھے جبکہ اسلام کمزور تھا اور مسلمان

وان الله قد اغنى الاسلام اذهبا تعداد میں کم تھے اب اللہ نے اسلام کو غنی کر دیا ہے

فاجهدا جهدكما۔[2] تم لوگ جاؤ اور اپنی والی جدوجہد کرو۔

درہم و دینار سے دیت کا تعین کیا	(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ سے دیت (خون بہا) کی مقدار مقرر کی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ سب لوگوں کے پاس اونٹ نہیں ہوتے ہیں تو درہم و دینار سے

دیت کی قیمت مقرر کی چنانچہ موطا امام مالک میں ہے :

ان عمر بن الخطاب قوم الدية على اهل عمر بن خطاب نے بستی والوں کیلئے دیت کی قیمت مقرر کی

القرى فجعلها على اهل الذهب الفى سونے والوں پر دو ہزار دینار اور چاندی والوں پر

دينار وعلى اهل الورق اثنى عشر الف درهم[3] بارہ ہزار درہم۔

---

[1] سورۂ توبہ رکوع ۸۔ [2] احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۲۴۔ مطلب فی المؤلفة القلوب۔ [3] موطا امام مالک کتاب العقول۔

(۸) ابوداؤد کی روایت سے دیت کی قیمت میں تفاوت کا بھی ثبوت ملتا ہے:

کانت قیمۃ الدیۃ علی عھد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثمان مائۃ دینار او ثمانیۃ الاف درھم ودیۃ اھل الکتاب یومئذ النصف من دیۃ المسلمین قال وکان ذلک کذلک حتی استخلف عمر رضی اللہ فقام خطیبا فقال الا ان الابل قد غلت قال ففرضھا عمر علی اھل الذھب الفی دینار وعلی اھل الورق اثنی عشر الف درھم وعلی اھل البقر مائتی بقرۃ وعلی اھل الشاۃ الفی شاۃ وعلی اھل الحلل مائتی حلۃ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کے مقابلہ میں نصف تھی صورت حال اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے ایک خطبہ میں کہا کہ اونٹ گراں ہو گئے ہیں اس وجہ سے سونے والوں پر دو ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں اور جوڑے والوں پر دو سو جوڑے دیت میں واجب ہوں گے۔

| اہلِ دفاتر سے دیت وصول کی |

(۹) رسول اللہؐ کے زمانہ میں دیت خاندان وقبیلہ پر ہوتی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے جب دفاتر کا نظام قائم کیا تو انھوں نے دیت اہلِ دفاتر پر مقرر کی:

والعاقلۃ من اھل الدیوان ان کان القاتل من اھل الدیوان[2]

اگر قاتل اہلِ دیوان سے ہے تو عاقلہ اہلِ دیوان سے ہوں گے۔

اہلِ دیوان میں ایک دفتر یا محکمہ کے لوگ شامل ہوتے تھے جن کے نام ایک رجسٹر میں درج ہوتے تھے، علامہ سرخسیؒ نے اس تبدیلی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"رسول اللہؐ نے دیت کی ذمہ داری خاندان وقبیلہ پر اس لئے ڈالی تھی کہ اس وقت قوت ومدد انھیں کے ذریعہ حاصل ہوتی تھی پھر حضرت عمرؓ نے جب دفاتر کا نظام قائم کیا تو یہ قوت ومدد اہلِ دفاتر سے وابستہ ہو گئی تھی[3]

---

[1] ابوداؤد باب الدیۃ کم ہی وفقہ عمر کتاب القصاص والدیات۔ [2] ہدایہ ج۴ باب القسامہ ص۶۶۹۔ [3] المبسوط ج۲۷ باب القسامہ ص۱۲۷۔

اہلِ کتاب کے ذبح خانہ کو ہٹانے کا حکم دیا۔

(۱۰) قرآنِ حکیم میں اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔

وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ[1] اور اہلِ کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔

لیکن حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ شہروں سے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ خانے اور صرافے ہٹا دیئے جائیں اور وجہ یہ بیان کی:

فان اللہ تبارک وتعالیٰ قد اغنانا بالمسلمین[2] — اللہ نے ہم کو مسلمانوں کی وجہ سے ان سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

یہ لوگ سودی کاروبار کرتے تھے ان کے کاروبار پر اگر خلافت کی جانب سے نکیر نہ کی جاتی تو لوگ اس خیال میں مبتلا ہو جاتے کہ مسلمان اس کاروبار کو جائز سمجھتے ہیں ممکن ہے حضرت عمرؓ کے پیشِ نظر یہ مصلحت ہی رہی ہو[3]

حج تمتع کی ممانعت کر دی

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کو مباح کیا تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی ممانعت کر دی:

فقال الضحاک فان عمر بن الخطاب قد نہی عن ذلک[4] — ضحاک نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اس سے منع کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

افصلوا بین حجکم وعمرتکم فان ذلک اتم لحج احدکم واتم لعمرتہ ان تعتمر فی غیر اشہر الحج[5] — تم لوگ اپنے حج اور عمرہ کے درمیان فصل کرو یہ فصل تمہارے حج کو زیادہ کامل کرنے والا ہے اور عمرہ کیلئے کمال یہ ہے کہ وہ حج کے مہینوں کے علاوہ میں کیا جائے۔

علامہ ابن قیم کی رائے ہے کہ حضرت عمرؓ کو حج تمتع کی روایت کی خبر نہ تھی[6]

---

۱ سورۂ مائدہ رکوع ۱۔ ۲ المدونہ کتاب الذبائح۔ ۳ الاعتصام للشاطبی ج۲ ص۲۷۴۔

۴ مؤطاء امام مالک باب ماجاء فی التمتع۔ ۵ حوالۂ بالا باب ماجاء فی العمرہ اور بیہقی ج۵ باب من اختار الافراد ص۵

۶ اعلام الموقعین ج۲ ذکر ما خفی علی الصحابہ ص۳۵۳۔

مفتوحہ آراضی کی تنظیم کو زیادہ وسیع کیا

(۱۲) رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مفتوحہ آراضی کی تنظیم و تقسیم کی دو شکلیں رائج تھیں:
(ا) خلافت کے زیرِ انتظام فوجوں میں تقسیم کر دی جاتیں۔
(ب) خلافت کے زیرِ انتظام اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جاتیں۔

لیکن حضرت عمرؓ نے اس نظام کو مفادِ عامہ کی خاطر زیادہ وسیع قرار دیا۔

چنانچہ عراق و شام فتح ہونے کے بعد زمین و جائداد کے بارے میں مشورہ ہوا، مجلسِ شوریٰ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و حضرت بلالؓ وغیرہ کی رائے تھی کہ یہ زمین فوجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔ لیکن شوریٰ کے دوسرے ممبران حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ کی رائے تھی کہ زمین اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جائے۔

اس موقع پر موافق و مخالف جو تقریریں ہوئیں ان سے نظامِ خلافت اور اس کے اختیارات کی وسعت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

حضرت عمرؓ کی تقریر

حضرت عمرؓ کی تقریر:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس زمین کو آپ لوگوں میں تقسیم کر دوں اور بعد کے لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دوں کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ رہے۔ کیا آپ لوگوں کا یہ مقصد ہے کہ اس کی آمدنی ایک محدود طبقہ میں سمٹ کر رہ جائے۔ اور نسلاً بعد نسل اسی طبقہ میں منتقل ہوتی رہے۔ اگر میں نے ایسا کر دیا تو سرحدوں کی حفاظت کس مال سے کی جائے گی؟ بیواؤں اور حاجتمندوں کی کفالت کہاں سے ہوگی؟ مجھے اس کا بھی اندیشہ ہے کہ بعض لوگ پانی کے بارے میں فساد کرنے لگیں گے۔"

حضرت علیؓ کی تائیدی تقریر:

"میری رائے ہے کہ کاشتکار اور آراضی کو جوں کا توں رہنے دیجئے تاکہ یہ سب لوگوں کیلئے یکساں معاشی قوت کا ذریعہ ہو (فوجوں میں زمین تقسیم کر دینے سے انھیں میں سمٹ کر رہ جائے گی)۔"

حضرت معاذ رضؓ کی تائیدی تقریر:

"اگر آپ نے زمینیں تقسیم کردیں تو زرخیز زمینوں کے بڑے بڑے ٹکڑے فوج میں بٹ جائیں گے، پھر ان کے مرنے کے بعد کسی کی وارث کوئی اولاد عورت ہوگی اور کسی کا وارث کوئی اکیلا مرد ہوگا، اس کے علاوہ سرحدوں کی حفاظت اور فوجیوں کی کفالت کے لئے حکومت کے پاس کچھ نہ رہ جائے گا اس لئے آپ کو وہ کام کرنا چاہئے جس میں آج کے لوگوں کے لئے فائدہ وسہولت ہو اور بعد والوں کے لئے بھی ہو۔"

مخالفین کی تقریر | مخالفت میں حضرت بلال رضؓ و حضرت عبدالرحمٰن کی تقریر:

"جو مال اللہ نے ہمیں غلبہ سے عطا فرمایا ہے وہ ہم لوگوں میں تقسیم ہونا چاہئے جس طرح رسول اللہؐ نے خیبر تقسیم کردیا۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں ہیں ان کے بیٹوں اور پوتوں کے خیال سے ہماری حق تلفی کی جائے ہم اپنی اولاد کے لئے ہیں اور بعد والے اپنی اولاد کے لئے ہوں گے"

الغرض مہاجرین و انصار کی اس پہلی میٹنگ میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا مجبور ہو کر حضرت عمر رضؓ نے دوبارہ مجلسِ شوریٰ طلب کی اس میں انصار کے دس معزز آدمیوں کو بھی بلا بھیجا اور سب کو جمع کر کے حضرت عمر رضؓ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

حضرت عمر کی دوسری تقریر | "میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ جس بارِ امانت کو آپ لوگوں نے میرے سر پر رکھا ہے اس میں میرے شریک بنیں اس وقت مجلس میں میری حیثیت خلیفہ کی نہیں ہے بلکہ آپ میں کے ایک فرد کی ہے۔ ہر شخص کو اپنی رائے پیش کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اس معاملہ میں پہلے مشورہ ہو چکا ہے کچھ لوگوں نے میری مخالفت کی ہے اور کچھ نے موافقت کی ہے۔

میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میری مرضی کی اتباع کریں اور حق بات کو چھوڑ دیں، میں تو حق بات ہی کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس طرح میرے پاس اللہ کی

کتاب ہے ویسے ہی آپ کے پاس ہے جو ناطق بالحق ہے اس کو سامنے رکھ کر مجھے مشورہ دیجئے جو کچھ اس میں موجود ہے اس پر عمل کرنا ہم سب کا فرض ہے۔"

"کیا آپ حضرات نے ان لوگوں کی باتیں نہیں سُنیں جو اس معاملہ میں مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شاید ان کا خیال ہے کہ میں حق تلفی کرنا چاہتا ہوں حالانکہ کسی فرد کی بھی حق تلفی کرنا میرے نزدیک صریح ظلم ہے "معاذ اللہ" خدا شاہد ہے میں نے کبھی کسی معاملہ میں ان پر ظلم کیا ہو، یا اب کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ ہو، یہ بات ضرور ہے کہ کسریٰ کی زمین (عراق وشام) فتح ہونے کے بعد اور کون سی زمین رہ گئی ہے کہ جس کی آمدنی سے خلافت کا انتظام سنبھالا جاسکے گا۔ محض اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے کسریٰ کے اموال زمین جائداد اور جفاکش کام کرنے والوں پر ہمیں غلبہ عطاء فرمایا ہے۔"

"یہ لوگ (مخالفین) خود شاہد ہیں کہ اموالِ منقولہ میں نے فوجیوں میں تقسیم کردیا ہے۔ خمس (پانچواں حصہ) بھی اس کے مناسب موقع پر صرف کردیا ہے۔ اب زمین (جائداد غیر منقولہ) باقی رہ گئی ہے اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ آتش پرست مالکوں ہی کے پاس رہنے دوں زمین پر ٹیکس (خراج) اور مالکوں پر جان ومال کی حفاظت کا معاوضہ (جزیہ) مقرر کردوں تاکہ یہ سب آمدنی اجتماعی مفاد کے کام میں لائی جاسکے اور اس کے ذریعے فوجیوں کی تنخواہوں نیز موجودہ وبعد کے لوگوں کا بندوبست کیا جاسکے۔ آپ حضرات غور کیجئے۔ کیا یہ ممالک سرحدوں کی حفاظت کے بغیر بیرونی حملوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔؟ کیا جزیرہ کوفہ بصرہ عراق شام مصر وغیرہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کی حفاظت کے لئے فوجی چھاؤنیوں کی ضرورت نہ پڑے گی؟ آخر فوجیوں کی تنخواہیں ان کے بھتے اور دیگر تمام لوگوں کے وظیفوں کی رقم کہاں سے آئے گی؟

آیات فے سے استدلال حضرت عمرؓ نے تقریر کے درمیان آیات "فے" سے استدلال کیا تھا اور اندازِ استدلال یہ تھا کہ مفتوحہ اراضی میں صرف فوجیوں کا حق نہیں ہے بلکہ اس میں سب لوگ شریک ہیں، اس بناء پر اس کی

تنظیم و تقسیم میں خلافت کے اختیارات وسیع ہیں۔

وہ آیتیں یہ ہیں:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۠

(الحشر ۷-۱۰)

اللہ نے جو فئے (منقولہ مال) بستی والوں سے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ و رسول کے لئے اور اقربا، یتیم مسکین اور مسافر کے لئے ہے تاکہ تم میں سے دولتمندوں کے درمیان ہی سمٹ کر نہ رہ جائے اور جو کچھ رسول تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے وہ منع کریں (نہ دیں) اس کو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے وہ مال ان مفلس مہاجروں کیلئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور اموال سے نکالے ہوئے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی ڈھونڈھنے کے لئے اور اللہ و رسول (دین) کی مدد کرنے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اس گھر (مدینہ) میں ایمان کی حالت میں مہاجرین کے پہلے سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ ان مہاجرین سے محبت کرتے ہیں ان کے آنے اور ان کی خاطر تواضع کرنے سے اپنے دلوں میں تنگی نہیں محسوس کرتے ہیں اور اپنی جانوں پر ان کو مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی کی نوبت آجائے اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب آپ ہی نرمی کرنیوالے اور مہربان ہیں۔

شوریٰ میں حضرت عمرؓ کی اس بصیرت افروز تقریر اور استدلال کے انداز نے ممبروں پر اثر ڈالا اور ان الفاظ میں تائید کی گئی:

فقالوا جمیعاً الرای رایک فنعم ماقلت ومارأیت۔

لوگوں نے کہا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں درست ہے، جو آپ کہہ رہے اور دیکھ رہے ہیں وہی ٹھیک ہے۔

قوم بجیلہ کی زمین واپس لے لی

(۱۴) حضرت عمرؓ نے خالصہ زمین کا کچھ حصہ قوم بجیلہ کو دے دیا تھا دو تین سال تک ان لوگوں نے زمین کو اپنے قبضہ میں رکھا لیکن بعد میں اس کو واپس لے لیا حالانکہ رسول اللہؐ نے کسی سے کوئی زمین واپس نہیں لی، ابتداء اسلام میں مدینہ کے مسلم باشندوں نے پانی کی دشواری کی وجہ سے خود ہی اپنی زمینیں رسول اللہؐ کے حوالے کردی تھیں، رسول اللہؐ نے ان سے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔

قیسؓ بن حازم کہتے ہیں:

جنگِ قادسیہ (ایرانیوں سے ہوئی تھی) میں شامل ہونے والے لوگوں میں قوم بجیلہ کے لوگ چوتھائی تھے، حضرت عمرؓ نے سواد کا چوتھائی انھیں دیدیا، دو یا تین سال تک یہ زمین ان کے قبضے میں رہی، ایک مرتبہ کسی ضرورت سے اس قبیلہ کے چند افراد عمارؓ بن یاسر اور جریرؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اس زمین کو مفادِ خلق کے لئے خلافت کے حوالہ کردیجئے، ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور زمین خلافت کے حوالہ کردی، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سرکاری خزانہ سے جریرؓ کو اسّی دینار عطا فرمائے جب واپسی کی خبر قوم بجیلہ کی ایک عورت ام کرزؓ کو ہوئی تو اس نے اپنے حصہ کی زمین واپس کرنے میں پس و پیش کیا اور عمرؓ کے پاس آکر عرض کیا:

یا امیر المومنین ان ابی ھلک وسھمہ ثابت فی السواد وانی لم اسلم فقال لھا یا ام کرز ان قومک قد صنعوا ما قد علمت فقالت ان کانوا قد صنعوا ما

اے امیر المومنین میرے والد فوت ہوگئے ہیں سواد کی زمین میں ان کا بھی حصہ تھا (جو ترکہ میں مجھے ملا ہے) میں اس کو ہرگز نہ واپس کروں گی حضرت عمرؓ نے کہا کہ ام کرزؓ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے بلاچون وچرا زمین واپس

صنعوا فانی لست أسلم	کردی ہے ام کرزؓ نے جواب دیا کہ مجھے اس سے کوئی بحث
حتی تحملنی علی ناقة ذلول	نہیں ہے میں تو اس وقت تک واپس نہ کروں گی جب تک
علیها قطیفة حمراء وتملأ	کہ آپ مجھے ایک فرمانبردار اونٹنی نہ دیں جس پر سرخ رنگ
کفی ذهبا قال ففعل عمر	کا گرم چادر پڑی ہو اور زر و مال سے میرا ہاتھ نہ بھریں
ذلك فكانت الدينار نحوا	حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا اور جو نقدی آپ نے ام کرزؓ
من ثمانين دينارا[1]	کو دی وہ تقریباً اسّی دینار تھی۔

اس واقعہ سے جس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلافت مفادِ عامہ کے پیشِ نظر لوگوں کی زمینیں لے سکتی ہے اسی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بے دخلی کی صورت میں ذاتی مفاد کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

جریرؓ اور ام کرزؓ کو بیت المال سے عطیہ دیا

رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ جریرؓ اور ام کرزؓ کو دیا تھا اس کی حیثیت معاوضہ کی تھی جس سے یہ استدلال کیا جائے کہ جب مفادِ عامہ کے پیشِ نظر بے دخلی کی صورت پیش آئے۔ تو خلافت کو بلا معاوضہ زمین لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اس پر درجِ ذیل تصریحات روشنی ڈالتی ہیں۔

ابو عبیدؒ کہتے ہیں:

"جو لوگ مفتوحہ زمین کو اصل باشندوں کے پاس رہنے دینے میں فوجیوں کی رضامندی ضروری سمجھتے ہیں (امام شافعیؒ کا یہی خیال ہے) یہ واقعہ ان کے لئے کیسے دلیل بن سکتا ہے۔ جبکہ اسی جیسے واقعہ عراق و شام کی فتح میں اصل باشندوں کے پاس زمین رہنے دیئے جانے کے بارے میں حضرت بلالؓ وغیرہ نے جب عمرؓ کی مخالفت کی اور زمین کو فوجیوں میں تقسیم کرنے پر اصرار کیا تو آپ نے ان سب کے متعلق فرمایا اللھم اکفنیھم (اے اللہ تو ہی ان کے لئے کافی ہے) اس وقت کون سی ان لوگوں کی رضامندی مطلوب تھی (جس کی بناء پر کہا جائے کہ

---

[1] حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الاموال ص ۵۸ و ۵۹ وکتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۵، ۲۶ باب ماعمل بہ فی السواد۔ وکتاب الخراج لیحییٰ بن آدم قرشی جزء ثانی ص ۴۲ واحکام القرآن للجصاص ج ۳ سورہ حشر ص ۴۳۳ وبخاری ج ۲ والاموال ص ۲۸۲

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسلام کا زرعی نظام بحث آراضی مفتوحہ (عہدِ خلفاء)

یہاں بھی حضرت عمرؓ ام کرزؓ کو راضی کرنا چاہتے تھے اور بغیر رضامندی انھیں بے دخل کرنے کا کوئی حق نہیں تھا)"۔ [1]

ابوبکر جصاص قوم بجیلہ کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں :۔

"اس واقعہ میں ان کی رضامندی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات صاف طور پر کہہ دی تھی کہ زمین کو واپس کئے بغیر چارہ نہیں ہے اور اسی میں لوگوں کی بھلائی ہے باقی رہا ام کرزؓ کا معاملہ تو اس کو حضرت عمرؓ نے سرکاری خزانہ سے (بطور امداد) کچھ رقم دی تھی ویسے بھی خلیفہ کو اختیار تھا کہ عورت کے قبضہ کی زمین واپس لئے بغیر سرکاری خزانہ سے اس کو عطیہ دیتے۔ [2]

ابوبکر جصاص نے ایک اور توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

"قوم بجیلہ کے اس واقعہ میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ لوگ زمین کے مالک تھے کیا یہ امکان نہیں ہے کہ زمین بالکل تقسیم نہ ہوئی ہو بلکہ کل زمین اصل باشندوں کے پاس رہنے دی گئی ہو اور خراج کی آمدنی کا چوتھائی حصہ ان کے لئے خاص کر دیا گیا ہو پھر بعد میں حضرت عمرؓ نے مناسب سمجھا ہو کہ اس چوتھائی کے معاملہ کو ختم کرکے ان کو بھی عطایا دینے پر اکتفا کیا جائے" تاکہ یہ لوگ سب کے برابر ہو جائیں۔ [3]

لیکن جصاصؒ کا یہ شبہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے مسئلہ کا رُخ بدل جائے اس کو محققین نے تسلیم کیا ہے اور ابو عبیدؒ وغیرہ نے بدلائل ثابت کیا ہے۔

بلالؓ بن حارث سے جاگیر واپس لے لی

(۱۴) رسول اللہؐ نے بلالؓ بن حارث کو پوری وادیِ عقیق دیدی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے ان سے یہ کہہ کر واپس لے لی کہ رسول اللہؐ نے اس لئے نہیں دیا تھا کہ نہ خود آباد کرو اور نہ دوسروں کو آباد کرنے دو جتنی زمین آباد کر سکتے ہو اپنے پاس رکھو اور بقیہ خلافت کے حوالہ کردو' یہ سن کر حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کی دی ہوئی زمین کبھی واپس نہ کروں گا خواہ میں اسے آباد کروں یا نہ کروں' حضرت عمرؓ نے واپسی پر اصرار کیا

---

[1] الاموال ص ۶۲ و ۶۳۔ [2] احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۵۳۱، ۵۳۳۔ [3] حوالۂ بالا۔

اور بالآخر آباد شدہ حصّہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین لے لی۔[1]

بلال بن حارثؓ رسول اللہﷺ کے قریب ترین صحابی تھے اور زمین کا عطیہ خود رسول اللہﷺ نے دیا تھا لیکن عمرؓ نے مفادِ عامہ کی خاطر نہ بلالؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا خیال کیا اور نہ اس جذبہ کا کہ رسول اللہﷺ کا دیا ہوا عطیہ کیسے واپس لیا جائے؟ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت میں بنیادی حیثیت خلق اللہ کے عام مفاد کو حاصل ہوتی ہے۔ خلیفہ محض جذباتی امور سے متاثر ہو کر نہ عام مفاد کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ اپنے بزرگ ساتھیوں کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا رکھتا ہے۔

(۱۵) رسول اللہﷺ نے ایک اور شخص کو زمین دی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے زمین کے آباد شدہ حصّہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین واپس لے لی۔[2]

آراضی کے بارے میں ائمہ کی تصریحات

انھیں واقعات کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں:

ان نواحی دار الاسلام تحت ید امام المسلمین[3] — دار الاسلام کے اطراف خلیفۃ المسلمین کے زیرِ اقتدار ہوتے ہیں۔

امام مالکؒ کہتے ہیں:

تصیر الارض للسلطان[4] — زمین بادشاہ کی ہوتی ہے۔

علامہ عینیؒ کہتے ہیں:

ان حکم الاراضی الی الامام[5] — زمین کا معاملہ امام المسلمین کے سپرد ہے۔

آراضی موقوفہ تک کے بارے میں ہے۔

اصلھا لبیت المال[6] — گاؤں اور زمینیں دراصل بیت المال کی ہیں۔

جن لوگوں نے اسلام کے نام پر موجودہ دور کی انفرادی ملکیت پر زیادہ اصرار کیا ہے وہ دراصل

---

[1] کتاب الاموال ص۲۹ اور کتاب الخراج یحییٰ بن آدم قرشی جز ثالث ص۹۳۔ [2] الخراج یحییٰ ص۸۔

[3] المبسوط ج ص۹۳ از اسلام کا زرعی نظام۔ [4] المحلی ج کتاب احیاء الاموات والاقطاع۔

[5] عینی ج باب لاحمی اللہ ولرسولہ۔ ص۲۹۔ [6] در المختار ج کتاب الوقف فروع مہمۃ ص۳۹۱۔

اس وقت کے اسلام کی نمائندگی کر رہے ہیں جبکہ مسلمانوں میں ذاتی منفعت وحصولِ اقتدار خود مقصد بن گیا تھا۔ اس بنا پر ان کی بات زیادہ توجہ کے لائق نہیں ہے۔

تراویح کی باجماعت نماز کا حکم دیا

(۱۶) رسول اللہؐ کے زمانہ میں لوگ تراویح کی نماز متفرق طور پر پڑھا کرتے تھے جماعت کا کوئی نظم نہ تھا۔ البتہ ابوداؤد کی ایک ضعیف روایت سے جماعت کا ثبوت ملتا ہے:

خرج رسول اللہ فاذا ناس فی رمضان یصلون فی ناحیۃ المسجد فقال ما ھؤلاء فقیل ھؤلاء ناس لیس معھم قرآن وابی بن کعب یصلی وھم یصلون بصلوتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصابوا ولنعم ما صنعوا قال ابوداؤد لیس ھذا الحدیث بالقوی مسلم بن خالد ضعیف۔[۱]	رسول اللہؐ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک طرف رمضان میں نماز پڑھ رہے ہیں، آپؐ نے پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ انھیں قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعبؓ ان کو نماز پڑھاتے ہیں اور یہ اپنی نماز پڑھتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ٹھیک کر رہے ہیں، ابوداؤد کی رائے ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے کیوں کہ مسلم بن خالد راوی ضعیف ہے۔

لیکن حضرت عمرؓ نے جماعت کا باقاعدہ نظم قائم کیا اور امام کے پیچھے سب کو پڑھنے کی تاکید کی۔

عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر انی لو جمعت ھؤلاء علی قاریٔ واحد لکان	عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رات کو مسجد گیا تو دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا پڑھتا ہے اور کوئی ایک گروہ کے ساتھ پڑھ رہا ہے، حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اگر ان سب کو ایک قاری کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیدوں تو وہ زیادہ مناسب ہوگا، پھر

[۱] ابوداؤد باب فی قیام شہر رمضان۔

امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب
قال ثم خرجت معه لیلة اخری
والناس یصلون بصلوة قارئهم
قال عمر نعمت البدعة هذه
والتی تنامون عنها افضل من
التی تقومون یرید اخر اللیل
وکان الناس یقومون اوله -
(بخاری و مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان)

انھوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو امام بنا دیا اور سب کو انھیں کے پیچھے پڑھنے کی تاکید کی، پھر دوسرے دن انھیں کے ساتھ مسجد گیا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے، اور جس نماز سے تم لوگ سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جس کو تم پڑھتے ہو، یعنی آخر رات نماز پڑھنا افضل ہے اور لوگ اول رات میں نماز پڑھتے تھے۔

اہلِ صنعت و حرفت سے ضائع شدہ مال کا تاوان لیا

(۱۷) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگر اہلِ صنعت و حرفت کے پاس کسی کا مال ضائع ہو جاتا تو اس کا تاوان نہ دینا پڑتا تھا کیوں کہ اس کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے اور امانت کا مال امین کی حفاظت میں کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جائے تو شرعاً اس کا تاوان نہیں واجب ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے صبّاغ پر تاوان کو لازم کیا:

ان عمرؓ ضمن الصبّاغ الذین انتصبوا للناس فی اعمالهم ما اهلکوا فی ایدیهم [1]

حضرت عمرؓ نے رنگریز کو ضامن ٹھہرایا جو بطور پیشہ لوگوں کا کام کرتے ہیں اگر ان کے ہاتھ سے لوگوں کا مال ضائع ہو جائے۔

حضرت علیؓ کا بھی اسی پر عمل تھا:

انه کان یضمن الصبّاغ والصائغ [2]

حضرت علیؓ رنگریز اور زرگر کو ضامن ٹھہراتے تھے

ایک ضعیف روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا:

لا یصلح الناس الا ذلك [2]

لوگوں کی صلاح و فلاح اسی میں ہے۔

---

[1] کنز العمال ج۳ کتاب الاجارۃ من قسم الافعال فصل فی احکامها۔ [2] بیہقی ج۶ ص ۱۲۲ باب ما جاء فی تضمین الاجراء۔

ایک اور روایت میں ہے:

ان علی بن ابی طالب ضمن الغسال و الصباغ — حضرت علیؓ نے دھوبی اور رنگریز کو ضامن ٹھہرایا

وقال لا یصلح الناس الا ذلک[1] — اور کہا کہ اسی میں لوگوں کی صلاح و فلاح ہے۔

بیت المال کی چوری اور مالکہ کے آئینہ کی چوری میں قطعِ ید کا حکم نہیں دیا

(۱۸) ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا اور فرمایا:

لیس علیہ قطع۔[2] — اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۹) ایک غلام نے اپنی مالکہ کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ (۶۰) درہم تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر قطعِ ید سے منع کر دیا کہ

خادمکم سرق متاعکم[3] — تمہارے خادم نے تمہارے مال کی چوری کی۔

(۲۰) حضرت عمرؓ نے ان غلاموں کو بھی قطعِ ید کی سزا نہیں دی جنھوں نے ایک اونٹ چرایا تھا جب معلوم ہوا کہ غلاموں کا مالک ان کو بھوکا ننگا رکھتا ہے، چنانچہ قطعِ ید کا حکم واپس لیتے ہوئے فرمایا:

اراک تجیعھم[4] — دیکھتا ہوں تجھ کو تو ان کو بھوکا رکھتا ہے۔

حالانکہ قرآن حکیم میں سرقہ کی آیت ان سب صورتوں کو عام ہے۔

عدت میں نکاح اور جماع سے حرمت کا حکم دیا

(۲۱) حضرت عمرؓ نے اُس عورت کو اُس شخص کے لئے زجراً حرام قرار دیا جس نے عدت میں نکاح کیا اور تعلقات کی ادائیگی کرلی، حالانکہ قرآن و سنت میں دائمی حرمت کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔[5]

ام ولد (باندی) کی بیع کی ممانعت کر دی

(۲۲) حضرت عمرؓ نے ام ولد (وہ باندی جس کے مالک سے اولاد ہو گئی ہو) باندیوں کے بیع کی ممانعت کر دی حالانکہ رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان کی بیع ہوتی تھی۔[6]

---

[1] سنن الکبریٰ باب ما جاء فی تضمین الاجراء۔ [2] الخراج لابی یوسف فصل ما یجب فیہ الحدود فی سرقۃ ص۱۰۳۔
[3] مؤطا امام مالک باب ما لا قطع فیہ۔ [4] حوالۂ بالا۔ [5] تعلیل الاحکام النوع الرابع ص۶۳۔
[6] الطرق الحکمیۃ سلوک الصحابۃ لبعض الاحکام ص۱۷۔ و اعلام الموقعین ج۳ الکلام علی السیاسۃ ص۲۴۲۔

آبپاشی کے لئے ایک سخت حکم دیا۔ (۲۳) حضرت عمرؓ نے ضحاک بن خلیفہ کو آبپاشی کے لئے محمد بن مسلمہ کی زمین سے ان کی مرضی کے بغیر پانی لے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

لولم اجد للماء مسیلا الا علی بطنک لاجریتہ ۱	پانی لے جانے کے لئے اگر تیرے پیٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہ ملیگا تو تیرے پیٹ کے اوپر سے پانی لیجاؤنگا۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لا یحل مال امرئ مسلم الا عن طیب نفس۔ ۲	کسی مسلمان مرد کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

حلالہ کرنے اور کرانے والے کو سنگسار کا حکم دیا (۲۴) رسول اللہؐ نے "حلالہ" کرنے والے اور کرانے والے کے لئے کوئی سزا نہیں تجویز کی صرف لعنت پر اکتفاء کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ۔ ۳	رسول اللہ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت کی ہے۔

لیکن حضرت عمرؓ نے رجم (سنگساری) کی سزا تجویز کی اور فرمایا:

لا اوتی بمحلل ولا محلل لہ الا رجمتہما ۴	حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے جو بھی میرے پاس لایا جائے گا میں اس کو سنگسار کرونگا۔

حضرت عمرؓ نے ایک واقعہ میں واسطہ بننے والی عورت کو سزا دی چنانچہ:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جدا کر دیا جب اس کی خبر مطلقہ عورت کی ایک دلالہ سہیلی کو ہوئی تو اس نے ایک مسکین اعرابی (جو مسجدِ نبوی کے دروازہ کے پاس رہتا تھا) کو بلا کر کہا اگر تم اس شرط پر ایک عورت سے نکاح کرنا چاہو کہ اس کے ساتھ ایک رات گذارنے کے بعد طلاق دیدو تو میں اس کا انتظام کر سکتی ہوں۔ اعرابی نکاح کے لئے تیار ہو گیا اور نکاح کے بعد جب شب باشی ہوئی تو منکوحہ عورت نے تاکید کر دی کہ لوگوں کے اصرار کے باوجود تم مجھے طلاق نہ دینا تمہاری کفالت میں خود کروں گی، اور اگر لوگ جبر و زبردستی کریں تو اس معاملہ کو امیر المومنینؓ کے پاس لیجانا، بالآخر معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپنے اعرابی سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہ دینا اور دلالہ عورت کو بلا کر سزا دی ۵

(باقی)

---

۱ الخراج یحییٰ ص ۱۱۱۔ ۲ ... ۳ ترمذی کتاب الطلاق ۴ اعلام الموقعین ج ۳ ذکر تغیر الفتویٰ۔ ۵ تفسیر مسائل طلاق ص ۲۰۵